١٣١٧هـ

الشرعية البهية

في تحديد الوصية

شيخ الإسلام إمام أهل السنة والجماعة العلامة المجدد

الإمام أحمد رضا خان الحنفي القادري البريلوي

١٢٧٢ - ١٣٤٠هـ

RIDAWI
رضا
PRESS

رسالہ نمبر	۱۶۱	فتاوی رضویہ کی جلد جس میں یہ رسالہ موجود ہے	۲۵

ضروري نوٹ

فتاوی رضویہ شریف کا دوسرا ایڈیشن علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ حافظ عبد الستار سعیدی حفظہ اللہ تعالی کی سرپرستی میں رضا فاؤنڈیشن لاہور نے 30 ضخیم جلدوں میں شائع کیا تھا جس میں اعلیحضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کے 206 رسائل بھی شامل کر دئے گئے تھے۔ اس مطبوعہ فتاوی کا مصورۃ یعنی ڈیجیٹل Digital نسخہ (PDF) بھی بعض حضرات کی کاوشوں سے انٹرنیٹ پر فراہم کر دیا گیا ہے۔ اسی PDF سے یہ رسالہ ماخوذ ہے اور رضوی پریس نے محض اخراج کا کام کیا ہے۔ اللہ تعالی ان تمام علماء کرام اور ان کے معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی انتھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ فتاوی رضویہ کا جدید ایڈیشن منظر عام پر آیا۔ دعاؤں کے حقدار وہ حضرات بھی ہیں جن کے مساعی جمیلہ کے سبب فتاوی مبارکہ کے (PDF) تک ہر خاص و عام کی رسائی ہوئی جزاھم اللہ احسن الجزاء

RIDAWI
رضا
PRESS

رسالہ

الشرعۃ البہیۃ فی تحدید الوصیۃ

۱۳۱۷ھ

(کشادہ راستہ وصیت کی جامع ومانع تعریف کے بیان میں)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱۳۵: از رنگون مکان نمبر ۸۵ و ۸۶ گلی نمبر ۳۱ مرسلہ شیخ عبدالعزیز سرکار ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی رحمۃً واسعۃً فی الدنیا والآخرۃ اس میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کے دو وطن تھے ایک قدیم اور دوسرا جدید، اور دو ہی بیویاں، ایک وطن قدیم میں شادی کرائی ہوئی دوسری وطن جدید، اعنی شہر رنگون میں بطریق شادی مطابق شرع محمدی نکاح میں لائی ہوئی، زید نے بفضلہ تعالٰی رنگون میں بہت کچھ کمایا پھر یہیں کی کمائی سے وطن قدیم اور رنگون دونوں جگہ میں جائداد معتدبہ پیدا کی لیکن وطن قدیم تخمیناً پانچ ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی کل جائداد کو بحیلہ اپنے وطن قدیم کی ایک مسجد پر وقف کرنے کے جو کہ دس بارہ روپیہ ماہواری کے خرچ کی حاجت نہیں رکھتی وطن قدیم کی بی بی کی اولاد پر روک دیا اور وقف نامہ میں لکھ دیا کہ متولی اس وقف کے یہی لوگ رہیں جو کچھ مصارف مسجد سے بچے اپنے کام میں لائیں۔ رنگون کی بیوی کے بطن کی اولاد کو اس میں سے ایک حبہ نہیں دیا اور رنگونی جائداد میں سے وطن قدیم والی اولاد کو حصہ بھی دیا اور اس جائداد کے نفع سے کئی ہزار روپیہ لوگوں کو دینے کی اور پچاس روپیہ ماہواری اُس مسجد وطن قدیم پر خرچ کرنے کی وصیت بھی کی چنانچہ یہ امر نقل وصیت نامہ مرسل مع استفتاء سے بخوبی واضح ہوگا، پس چونکہ زید کی یہ وصیت رنگونی ورثہ کی مضرت یعنی حق تلفی اور وطن قدیم کے ورثہ کی منفعت کے لئے ہے، لہذا چند باتیں عرض کرتا ہوں،

اوّل[1]: علی ما فی کتب الفقہ، موصی کو تو وصیت کرنا مستحب ہے لیکن ورثہ پر اس کا ادا کرنا واجب ہے کہ اگر نہ کریں گے تو ماخوذ ہوں گے یا کیا؟

دوم[2]: زید کی یہ وصیت بکیفیت وعبارت کذائیتین (اعنی مجموعہ ترکہ کے نفع سے نہ اس کے کسی جزو معین کے نفع سے اور بایں عبارت کہ اس قدر روپیہ میری تجہیز وتکفین کے لئے رکھیں اور اتنا روپیہ میرے ملک کے لئے غربا کے لئے رکھیں) شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

سوم[3]: زید کے قول (اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں اور منافع کاروبار مذکورہ کرایہ مکانات واراضی سے تمام سرکاری ومیونسپال کے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اور مبلغ ایک ہزار روپیہ برائے میری تجہیز وتکفین کے جمع رکھیں الی قولہ اور ماہ بماہ مبلغ ف۵ روپیہ موضع سالولا میرا پاڑہ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیا کریں) کا خلاصہ مضمون یہ ہے یا نہیں کہ لکڑی کی تجارت کے نفع اور مکانات واراضی کے کرایہ سے سوا مبالغ ٹکس میونسپال وخزانہ سرکاری کے باقیماندہ مبالغ سے اتنا لیں کریں اور اتنا لیں کریں اعنی زید کا یہ قول متضمن استثنائے مبالغ معلومہ کو ہے یا نہیں؟

www.alahazratnetwork.org

چہارم[4]: وصیت از قبیل معاملات ہے یا نہیں؟

پنجم[5]: برتقدیر زید کے قول مذکور کے متضمن استثنائے مبالغ معلومہ اور وصیت کے از قبیل معاملات ہونے کے جیسے کہ بقول معتبر:

لایجوز ان یبیع ثمرۃ ویستثنی منہا ارطالا معلومۃ[1] — یہ جائز نہیں کہ وہ پھل فروخت کرے اور اس میں سے کچھ معین رطل مستثنیٰ کرلے۔ (ت)

بیع ثمرہ باستثنائے ارطال معلومہ بوجہ احتمال عدم وجود ماسوائے ارطال مستثناۃ کے جائز نہیں ایسے ہی اس کے قیاس پر بجامع تملیک وصیت دراہم باستثنائے دراہم معلومہ بوجہ مذکور ناجائز ہوگی یا نہیں؟ اور یہ امر ظاہر ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سوا ٹکس میونسپال وخزانہ سرکاری کے مکانات واراضی وتجارات سے وصول نہیں ہوتا بلکہ کبھی اس میں بھی کمی ہوجاتی ہے۔

ششم[6]: زید کی یہ وصیت متضمن مضرت ہے اور بعض شارحین مشکوٰۃ شریف حدیث مرفوع ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع فصل فی دخول بناء الارض فی البیع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۳۲

المخرج فی مسند الامام احمد وجامع الترمذی وسنن ابی داؤد وابن ماجۃ ان الرجل لیعمل والمراۃ بطاعۃ اللہ ستین سنۃ ثم یحضرھما الموت فیضاران فی الوصیۃ فتجب لھما النار ثم قرء ابوھریرۃ من بعد وصیۃ یوصی بھا اودین غیر مضار الآیۃ[1]۔

جس کی تخریج مسند امام احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد میں کی گئی ہے کہ بیشک کوئی مرد اور عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالٰی کی طاعت وعبادت میں مصروفِ عمل رہتے ہیں، پھر انھیں موت آتی ہے تو وہ وصیت میں نقصان پہنچاتے ہیں چنانچہ ان کے لئے جہنم واجب ہوجاتی ہے، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی: "میت کی وصیت یا قرض نکالنے کے بعد درانحالیکہ اُس وصیت میں وہ نقصان پہنچانے والا نہ ہو۔ (ت)

کی شرح میں ایسی وصیت کو مکروہ لکھتے ہیں اور صاحبِ درمختار کے قول لانھا حینئذ وصیۃ بالمکروہ[2] (اس لئے کہ اب یہ وصیت ہے مکروہ کے ساتھ۔ ت) (جوکہ صاحبِ تنویر الابصار کے قول اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فھی باطلۃ[3] (اگرکسی کو وصیت کی کہ وہ اس کی قبر کی لپائی کرے یا اس پر گنبد بنائے تو یہ وصیت باطل ہے۔ ت) کے تحت ہے) وصیت مع الکراہت کا بطلان ثابت ہے علامہ شامی صاحب دُر کے قول مذکور کے تحت لکھتے ہیں:

مقتضاہ انہ یشترط لصحۃ الوصیۃ عدم الکراھۃ وقدم اول الوصایا انھا اربعۃ اقسام وانھا مکروھۃ لاھل فسوق ومقتضی ماھنا بطلانھا اللھم الا ان یفرق[4] الخ۔

اس کا تقاضا یہ ہے کہ وصیت کے صحیح ہونے کیلئے عدمِ کراہت شرط ہے جبکہ کتاب الوصایا کے شروع میں کہا گیا ہے کہ وصیت کی چار قسمیں ہیں اور یہ کہ فاسقوں کے لئے وصیت مکروہ ہے اور جو کچھ یہاں ہے اس کا تقاضا اس وصیت کے بطلان کا ہے، اے اللہ! مگر یہ کہ فرق کیا جائے الخ (ت)

پس اس وصیت کے بطلان کی یہ تقریر صحیح ہے یا نہیں، برتقدیرِ ثانی علامہ شامی نے جو تقریر

---

[1] جامع الترمذی ابواب الوصایا باب ماجاء فی الوصیۃ بالثلث امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۳
سنن ابی داؤد کتاب الوصایا باب فی کراھیۃ الاقرار فی الوصیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۴۰
[2] الدرالمختار " باب الوصیۃ للاقارب وغیرھا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۰
[3] " " " " " " " ۲/ ۳۳۰
[4] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۴۱

وصیت مکروہہ لاہل فسوق کی صحت کی اللھم سے آخر تک کی ہے اس کے صحیح ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے۔

ہفتم: موصی کے وطن قدیم والی اولاد نے صرف اپنے فائدہ کی وصیتوں پر عمل کیا اور اس کی ان دو وصیتوں پر عمل نہیں کیا:

(۱) اور میری وصیت ان کو (یعنی وصیان مذکور) کرتا ہوں کہ جو کچھ جملگی و ہمگی میری یافتنی و مطالبات موجودہ اور مطالبات و یافتنی آئندہ کی بابت کرایہ مکانات یا اراضی بنام میرے وصول کریں۔

(۲) اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں پس موصی کی چند وصایا میں سے بعض پر عمل نہ کرنے اور بعض پر کرنے سے کل وصایا میں کچھ خلل آئے گا یا نہیں۔

ہشتم: موصی کی وصیت (اور میں نیز میرے وصیان مذکور کو اختیار دیتا ہوں کہ میرے جمیع نابالغ ورثہ کے امین اور حامی ہو رہیں الی قولہ مطابق شرع محمدی تقسیم کردیں) کی رُو سے وصیوں پر ورثہ صغار کے کل سہام کو بعینہ رکھنا لازم ہوگا ان میں بلا وجہ کسی وجہ سے تصرف بیع وغیرہ کرنے کے مجاز ہوں گے ان سب باتوں کا جواب مفصل و مدلل مرحمت فرمائیں اور اجر اللہ سے پائیں عرض ضرور ہے۔

www.alahazratnetwork.org

رنگون کے چند علماء کو وصیت کے بارے میں حکم بنایا گیا تھا انھوں نے اس کی صحت کا حکم دیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ وصیت بالمنافع ہے اور وصیت بالمنافع جائز لہذا یہ بھی جائز ہے۔ اب براجازت انھیں علماء کے آپ حضرات سے اس کی اپیل کی گئی ہے خوب غور فرما کر جواب باصواب سے ممنون فرمائیں۔

نقل ترجمہ وصیت نامہ از زبان انگریزی

میکہ شیخ حاجی محمد بھولو سرکار لائق ساکن ۳۱ گلی شہر رنگون مالک مکانات و کارخانہ ہائے ظاہر کرتا ہوں کہ جو کچھ تحریرات سابق اس کے منجانب میری ہو سب کی سب کو خرید و منسوخ کرکے یہ میری وصیت صحیح کے کرتا ہوں اور بحالت صحت ذات نفس اور ثبات عقل اظہار کرتا ہوں کہ بایں وصیت نامہ میں اپنے داماد میاں رحیم بخش اور فرزندان خود شیخ میاں عبدالعزیز لائق اور شیخ میاں عبدالغنی لائق الحال ساکنان شہر رنگون مذکور الفوق کو اور شیخ میاں عبدالواحد لائق الحال ساکن موضع سالمولا میرا پاڑہ ضلع بردوان اور ملا مقصد صاحب تاجر لکڑی الحال شہر رنگون کو اپنی وصیان واثق[عہ] بنایا ہوں اور میری یہ وصیت اُن کو کرتا ہوں کہ جو کچھ جملگی و ہمگی

عہ کذا فی الاصل ۱۲ ازہری غفرلہٗ

میری یا فتنی و مطالبات موجودہ اور مطالبات و یا فتنی آئندہ کے بابت کرایہ مکانات یا سکینات یا اراضی بنام میرے وصول کریں اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد میری موت کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں اور منافع کاروبار مذکور و کرایہ مکانات و اراضی سے تمام سرکاری و میونسپال کے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اور مبلغ ایک ہزار روپیہ برائے میری تجہیز و تکفین جمع رکھیں اور مبلغ پانسو روپیہ میرے وطن میں غربا کے خیرات کے لئے رکھیں اور میرے داماد مذکور میاں رحیم بخش کو مبلغ دو ہزار روپیہ دیں اور میرے برادر زادہ شیخ حاجی محمد اسحاق لائق کو مبلغ دو سو روپیہ دیں اور مبلغ ایک سو روپیہ بنو بی بی زوجہ برادر مرحوم خود کو دیں اور نسارن بی بی زوجہ برادر مرحوم خود کو مبلغ ایک سو روپیہ دیں اور دھنو بی بی کو مبلغ ایک سو روپیہ دیں اور ماہ بماہ مبلغ پچاس روپیہ موضع سالمولا میراپاڑہ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیا کریں اور میں نیز اپنے وصیان مذکور کو ایک یا جملہ مکانات جو کہ قسم خود میں معروف یعنی پانچواں درجہ لاٹ نمبر ۲۱ و ۲۲ بلاک ایچ اے پر واقع ہیں اگر ان کا فروخت کرنا مناسب سمجھیں اور اس زر فروختگی سے کچھ مال غیر منقولہ میرے ورثہ کی منفعت کے لئے خرید کریں اور میں نیز میرے وصیان مذکور کو اختیار دیتا ہوں کہ میرے جمیع نابالغ ورثہ کے امین اور حامی ہو رہیں اور آپ کے حقوق کو جو میری جائداد میں ہیں محافظت کریں تاوقتیکہ ورثہ نابالغ مذکور اپنے سن بلوغ کو پہنچیں اور جب ہر ایک اپنے سن بلوغت کو پہنچ جائیں اُن کے حقوق جو میری جائداد میں ہیں مطابق شرع محمدی کے تقسیم کر دیں اور میں اپنی وصیان مذکور کو نیز اختیار دیتا ہوں کہ بایں امر کہ میرے وطن میں ہر ماہ محتاجوں اور مسکینوں کو اس قدر خیرات دیا کریں کہ جو صاحبان موصوف کی نظر میں مناسب آئیں۔ لہذا ان چند کلمات کو بطور سند لکھدیا ہوں کہ عند الحاجت کام آئے۔

رنگون مورخہ ۱۵ ماہ مئی ۱۸۹۴ء دستخط حاجی محمد بھولو سرکار بزبان بنگلہ

ایں وصیت نامہ دستخط شدہ و اعلان نمودہ و اظہار کردہ شدہ بحضرات شاہدین مرقوم الذیل:

منشی مراد بخش، شیخ محمد اسحٰق، لعل محمد و شیخ سخاوت حسین

نقل مطابق اصل نمودہ شد معین الدین غفرلہٗ

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق اور درستگی کی ہدایت عطا فرما۔ ت)

جواب سوال اول: وصیت نافذہ شرعیہ اگرچہ فی نفسہ واجبہ نہ ہو اپنے حد نفاذ تک کہ ثلث مال باقی بعد ادائے الدین سے محدود ہے واجب التسلیم ہے جس طرح وقف کہ واقف پر اس کی انشاء واجب نہیں اور بعد انشاء لازم و واجب العمل ہے بلکہ نفس وقف درکنار شرائط واقف مثل نص شارع

واجب الاتباع ہیں کما نصوا علیہ بشرائطہ (جس طرح فقہائے شرائط سے متعلق نص فرمائی ہے۔ت) ورثہ اگر وصیت کو روکیں رد کریں گنہگار ہوں گے اور دوسرے کے حق پر ظالم وستمگار، قرآن عظیم نے ورثہ کا حق وصیت سے مؤخر رکھا ہے:

من بعد وصیۃ توصون بھا او دین[1] — جو وصیت تم کرجاؤ اور قرض نکالنے کے بعد۔(ت)

یہی آیت ثبوتِ ایجاب میں بس ہے کہ ورثہ کو ان کا حق پہنچانا ضرورۃً فرض ہے اور وہ بنصِ قرآن تقدیم وصیت پر محمول،

ومالایتأتی الواجب الابہ وجب ان یحکم بایجابہ۔ — جس کے بغیر واجب حاصل نہ ہو تو اس کے ایجاب کا حکم واجب ہے۔(ت)

بالجملہ اس کی تسلیم اور اس میں ترک مزاحمت ورثہ پر قطعاً واجب ہے اگرچہ تنفیذ وادا ذمۂ وصی ہو یہی حال جملہ تبرعات مالیہ کا ہے کہ مالک پر واجب نہیں اور بعد وقوع وتمامی دوسرا ان میں مزاحمت نہیں کرسکتا، لاجرم علماء نے ایجاب کو نفس حقیقت وصیت میں داخل مانا اس کی تعریف ہی یوں کی:

الوصیۃ ما اوجبہا الموصی فی مالہ بعد موتہ او مرضہ الذی مات فیہ کما فی نتائج[2] الافکار عن النہایۃ عن الایضاح۔ — وصیت وہ ہے جس کا ایجاب موصی اپنے مال میں کرے، موت کے بعد یا اس بیماری میں جس میں وہ مرا۔ جیسا کہ نتائج الافکار میں نہایہ سے بحوالہ ایضاح منقول ہے۔(ت)

یا یوں ہے:

ایجاب بعد الموت کما فی الوقایۃ[3] والنقایۃ قلت وسیأتیک غایۃ التحقیق فانتظر۔ — وہ ایجاب ہے موت کے بعد، جیسا کہ وقایہ اور نقایہ میں ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی انتہائی تحقیق عنقریب آرہی ہے۔ انتظار کر۔(ت)

جواب سوال دوم: صحت وصیت کو کسی خاص جزء معین کی تعیین ضروری نہیں خواہ وصیت

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۱

[2] نتائج الافکار (وھو تکملۃ فتح القدیر) بحوالہ النہایۃ کتاب الوصایا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/۳۴۱

[3] النقایۃ مختصر الوقایۃ کتاب الوصایا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۳

بالمنافع ہو مثل غلہ وکرایہ خواہ بالاجزاء مثل ثلث وربع خواہ بدراہم وسکہ مثل ہزارہ پانصد وصد روپیہ

کما تواترت بہ المسائل وسیأتیک ان الجہالۃ لاتمنع الوصیۃ حتی لو اوصی بجزء مجہول من مالہ ولم یبین مقدار نفسہ فضلا عن تعیین مایقع فیہ صح ویکون البیان الی الورثۃ یقال لہم اعطوہ ماشئتم وھذا کلہ واضح عند من لہ ادنی المام بالعلم۔

جیسا کہ اس کے ساتھ مسائل تواتر سے وارد ہیں عنقریب تیرے سامنے آرہا ہے کہ جہالت وصیت سے مانع نہیں یہاں تک کہ اگر کسی نے اپنے مال میں سے مجہول جزء کی وصیت کی خود اس کی مقدار ہی بیان نہیں کی چہ جائیکہ اس کی تعیین کرتا جس میں وصیت واقع ہے تو یہ وصیت صحیح ہے اور اس کا بیان وارثوں کے ذمہ ہوگا۔ انھیں کہا جائے گا کہ جو تم چاہو اس کو دے دو۔ یہ تمام واضح ہے ہر اس شخص کے لئے جس کو علم کے ساتھ معمولی سا تعلق ہے (ت)

یوں ہی پانسو روپیہ غربائے وطن پر خیرات کی وصیت بھی بدیہی الصحۃ محاورۂ ہندی میں غربا فقراء کو کہتے ہیں اور فقراء شہر فلاں کے لئے وصیت جائز اگرچہ مذہب مفتی بہ میں انھیں فقراء کی تخصیص لازم نہیں ہر جگہ کے فقیروں کو دے سکتے ہیں ہاں افضل انھیں کو دینا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

فی الدر المختار فی المجتبیٰ اوصی بثلث مالہ للکعبۃ جاز ویصرف لفقراء الکعبۃ لاغیر وکذا للمسجد وللقدس وفی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جاز لغیرھم[1]

درمختار میں بحوالہ مجتبیٰ ہے کسی نے کعبہ شریف کیلئے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو یہ وصیت جائز ہے اور مال صرف کعبہ شریف کے فقیروں پر خرچ کیا جائے گا کسی اور پر نہیں۔ یہی حکم مسجد اور بیت المقدس کے لئے وصیت کا ہے، اور فقراء کوفہ کے لئے وصیت کی صورت میں ان کے غیر پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الخلاصۃ الافضل ان یصرف الیہم وان اعطی غیرھم جاز وھذا قول ابی یوسف وبہ یفتی وقال محمد

خلاصہ میں کہا ہے کہ افضل فقراء کوفہ پر ہی خرچ کرنا ہے، اگر ان کے غیر کو دے دیا تب بھی جائز ہے۔ یہ امام ابویوسف کا قول ہے، اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ

---

[1] الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۲-۳۲۱

لا یجوز[1] نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے۔ (ت)

اور اگر وہاں غریب اپنے معنی اصلی یعنی مسافر ہی کے لئے بولا جاتا ہے تو مسافروں کے لئے بھی وصیت صحیح ہے کہ یہ لفظ بھی حاجتمندی سے خبر دیتا ہے۔

قال اللہ تعالٰی انما الصدقٰت للفقراء و المسٰکین الٰی قولہ تعالٰی وابن السبیل[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: صدقات فقیروں کے لئے اور مسکینوں کے لئے ہیں، اللہ تعالٰی کے قول ابن السبیل یعنی مسافر تک۔ (ت)

اور وصیت جب غیر محصور لوگوں کے لئے ہے تو اس کا مناط صحت یہی دلالت حاجت ہے۔

فی الدر المختار الاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کایتام بنی فلان تصح وان لم یحصوا علی ما مر لوقوعہا للہ تعالٰی وھو معلوم و ان کان لاینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت و یجعل تملیکا والا بطلت[3]

درمختار میں ہے وصیت میں اصل یہ ہے کہ جب وہ ایسے اسم کے ساتھ واقع ہو جو حاجت کی خبر دیتا ہے جیسے فلاں قبیلے کے یتیموں کے لئے تو وصیت صحیح ہوگی، اگرچہ اس قبیلے کے یتیم قابل شمار نہ ہوں، جیسا کہ گزر چکا، کیونکہ یہ وصیت اللہ تعالٰی کے لئے واقع ہوئی اور وہ معلوم ہے، اور اگر وصیت ایسے اسم کے ساتھ واقع نہ ہو تو پھر جن کے لئے وصیت کی گئی اگر وہ قابل شمار ہیں تو وصیت صحیح ہے اور اسی کو تملیک قرار دیا جائے گا اور اگر وہ قابل شمار نہیں تو وصیت باطل ہے۔ (ت)

ہاں مستحق یہاں بھی فقرائے مسافرین ہونگے نہ اغنیاء۔

فی وجیز الامام الکردری نوع من الفصل الثانی من کتاب الوصایا اوصی لاھل السجون او الیتامٰی او الارامل او ابناء السبیل او الغارمین او الزمنٰی یعطی فقراء ھم لاغنیاء ھم[4] اھ

امام کردری کی وجیز میں کتاب الوصایا، فصل ثانی کی ایک نوع میں ہے کسی شخص نے قیدیوں یا یتیموں یا بیواؤں یا مسافروں یا مقروضوں یا اپاہجوں کے لئے وصیت کی تو ان کے فقراء کو دیا جائے گا نہ کہ ان کے مالداروں کو الخ، اور اسی کی مثل کافی

---

[1] رد المحتار کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۲۶

[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۰ [3] الدر المختار کتاب الوصایا مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۰

[4] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ " نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۳۸

ومثلہ فی سادس وصایا الھندیۃ عن الکافی۔

کے حوالہ سے ہندیہ کے وصایا کی فصل سادس میں ہے۔ (ت)

رہی تجہیز وتکفین کے لئے وصیت وہ صرف حدِ مسنون وکفن متوسط تک مقبول ہے اس سے زیادہ میں باطل ونامعمول، مثلاً سو روپیہ میں تجہیز بقدر سنّت وکفن میانہ ہوسکتی تھی اور اس کے لئے ہزار روپے کی وصیت کی تو ۹۰۰ روپیہ میں وصیت باطل ہے۔ فتاوٰی انقرویہ میں ہے:

لواوصی الرجل بان یکفن ھو بعشرۃ آلاف فانہ یکفن بکفن الوسط من غیر سرف ولا تقتیر، قاضی خان فیما تجوز وصیتہ من کتاب الوصایا، وفی المنیۃ الوصیۃ بالاسراف فی الکفن باطلۃ۔[1]

اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ اسے دس ہزار درہم کا کفن پہنایا جائے گا جس میں نہ تو فضول خرچی ہوگی اور نہ کمی کی جائے گی۔ یہ بات قاضی خاں کی کتاب الوصایا باب فیما تجوز وصیتہ، میں مذکور ہے، اور منیہ میں ہے کہ کفن میں اسراف کی وصیت باطل ہے۔ (ت)

جواب سوال سوم: زید کا یہ قول ان کاموں کے شمار میں ہے جو اس نے اپنے اوصیاء کو سپرد کئے جس طرح ایک کام یہ بتایا کہ جملہ میری یافتنی ومطالبات موجودہ وآئندہ وصول کریں۔ یونہی ایک کام یہ تفویض کیا کہ کارخانہ جاری رکھیں اور منافع سے خرچ وغیرہ ادا کیا کریں اسے استثناء قرار دینے سے مستثنٰی ومستثنٰی منہ میں ایک جملہ اجنبیہ مستقلہ بے گانہ فاصل ہونا لازم آئے گا کہ اس کے متصل یہ لفظ ہیں "ہزار روپے برائے تجہیز وتکفین جمع رکھیں" اس سے ہرگز وہ روپیہ مراد نہیں ہوسکتا جو بعد موت موصی کارخانہ جاری رہ کر اس کے منافع سے آئندہ وصول ہونا متوقع سمجھا جائے کہ حاجت تجہیز وتکفین بعد موت فوری ہے نہ کہ بعد بقاء کارخانہ منافع مشکوکہ آئندہ پر محمول وھذا ظاھر جداً (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت) معہذا اس عبارت میں کہ "ہزار روپے تجہیز کو رکھیں اور پانسو غرباء کو خیرات کے لئے اور فلاں کو دو ہزار دینا اور فلاں کو دو سو اور فلانہ وفلانہ وفلانہ کو سو سو روپے دیں" اس تخصیص پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ روپے منافع آئندہ سے دئے جائیں، ومالا دلیل علیہ لامصیر الیہ (اور جس پر دلیل نہ ہو اس کی طرف رجوع نہیں ہوتا۔ ت)، لاجرم جملہ اولٰی وہی ایک کام کی سپردگی ہے اور جمل مابعد میں وصیت تکفین سے یہاں تک کوئی جملہ وصیت بالمنافع نہیں بلکہ وصیت بدراہم مرسلہ ہیں جس کا اصلی حکم یہ ہوتا ہے کہ اگر

---

[1] الفتاوی الانقرویۃ کتاب الوصایا دار الاشاعۃ العربیۃ کوئٹہ پاکستان ۲/۴۰۹

اتنے روپے بوجہ عدم تجاوز حد شرعی وصیت کے مجموع وصایا کے لئے ثلث باقی بعد اداء الدین ہے تمام وکمال قابل نفاذ تو اگر فی الحال ترکہ میں موجود ہیں سب ابھی دے دئے جائیں ورنہ ان کے لائق حصہ جائداد بیچ کر ادا ہوں،

فی ردالمحتار عن المنح عن السراج، اذا اوصی بدراھم مرسلۃ ثم مات تعطی للموصی لہ لوحاضرۃ والاتباع الترکۃ و یعطی منھا تلک الدراھم[1]

ردالمحتار میں منح سے بحوالہ سراج منقول ہے کہ جب کسی نے مطلق درھموں کی وصیت کی پھر مرگیا تو وہ درھم اس شخص کو دئے جائیں گے جس کے لئے وصیت کی گئی ہے، اگر درھم حاضر ہیں ورنہ ترکہ بیچ کر اس میں سے وہ درھم دئے جائیں گے (ت)

مگر یہاں وصیت ثلث درکنار جمیع مال کے دوچند سے بھی متجاوز ہے کہ تنہا مسجد کے لئے ماہوار کی وصیت کل مال کی وصیت تو وہی ہوگئی باقی تین ہزار روپے کی وصایائے مذکورہ معینہ علاوہ رہیں،

فی الھندیۃ اوصی بان ینفق علی فلان خمسۃ کل شھر ما عاش وعلی فلان وفلان عشرۃ کل شھر ما عاشا واجازت الورثۃ یقسم المال بین الموصی لہ بخمسۃ والموصی لھما بعشرۃ نصفین فیوقف نصف المال علی صاحب الخمسۃ والنصف علی صاحبی العشرۃ لان الموصی لہ بالخمسۃ موصی لہ بجمیع المال وصیۃ واحدۃ و الموصی لھما بجمیع المال وصیۃ واحدۃ فکانہ اوصی لھذا بجمیع المال ولھما بجمیع المال فیقسم المال بینھم نصفین عند الکل وان لم تجز الورثۃ یقسم الثلث نصفین عند الکل کذا فی المحیط اھ مختصرا[2]

ہندیہ میں ہے کسی شخص نے وصیت کی کہ فلاں شخص پر جب تک وہ زندہ رہے پانچ درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں اور فلاں اور فلاں شخص پر جب تک وہ دونوں زندہ رہیں دس درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں اور وارثوں نے اس کی اجازت دے دی تو مال اس شخص کے درمیان جس کے لئے پانچ درہم کی وصیت کی گئی اور ان دونوں کے درمیان جن کے لئے دس درہموں کی وصیت کی گئی نصف نصف تقسیم کیا جائے گا، چنانچہ نصف مال پانچ درہم والے کے لئے اور نصف دس درہم والوں کیلئے موقوف رکھا جائے گا، اس لئے کہ جس کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیت کی گئی اس کے لئے تمام مال کے ساتھ ایک وصیت کی گئی اور جن دو کیلئے دس درہم ماہانہ کی وصیت کی گئی ان کے لئے بھی تمام مال کے ساتھ ایک وصیت کی گئی گویا کہ موصی نے اس کیلئے تمام

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۳۱

[2] الفتاوی الھندیۃ " الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۲۹

مال کی وصیت کی اوران دونوں کے لئے بھی تمام مال کی وصیت کی۔ لہذا تمام ائمہ کے نزدیک اُن کے درمیان مال نصف نصف تقسیم ہوگا۔ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تمام ائمہ کے نزدیک تہائی مال ان کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا جائیگا۔ محیط میں یونہی ہے اھ (اختصار) (ت)

صرف تین ہزار اس لئے کہ تجہیز وتکفین تو حاجاتِ اصلیہ سے ہے اور دین مہر بھی مقدم تو ان کے ضایا کے مرتبے میں یہی تین ہزار رہے۔

فی العقود الدریۃ سئلت عن رجل اوصی بالف یخرج منہا تجہیزہ وتکفینہ والباقی منہا لعمل میراث و اوصی بخمسمائۃ لزید و بمثلہا لعمارۃ مسجد کذا و بمثلہ لعمارۃ مسجد کذا ایضا ولہ مملوک قیمتہ خمسمائۃ ایضا اعتقہ منجزا فی مرض موتہ واوصی لہ بالف و خمسمائۃ وخمسین و بلغ ثلث ترکتہ ثلثۃ الاف و ثمان مائۃ و بلغت نفقۃ تجہیزہ ثلثمائۃ فکیف تقسم فاجبت کلفۃ التجہیز الشرعی من اصل المال فکانہ استثناہا من الالف فیکون الباقی من الالف لعمل المیراث سبعمائۃ وتصیر جملۃ الوصیۃ اربعۃ الاف و مائتین وخمسین وقد ضاق الثلث

العقود الدریہ میں ہے مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ہزار درہم کی وصیت کی کہ اس میں سے اس کی تجہیز وتکفین کا خرچ نکالا جائے اور باقی نیک کاموں پر خرچ کیا جائے، اور اسی نے زید کے لئے پانچسو درہم اور فلاں مسجد کی تعمیر کے لئے پانچ سو درہم اور مزید فلاں مسجد کی تعمیر کے لئے بھی پانچسو درہم کی وصیت کی۔ اور اس کا ایک غلام تھا اس کی قیمت بھی پانچسو درہم تھی جس کو اس نے اپنی مرضِ موت میں بطور تنجیز آزاد کر دیا اور اس کے لئے ایک ہزار پانچسو پچاس درہم کی وصیت کی، اور اس کے ترکہ کا تہائی حصہ تین ہزار آٹھ سو تک پہنچا اور اس کی تجہیز وتکفین کا خرچ تین سو تک پہنچا تو اب اس کی وصیت کیسے تقسیم کیجائیگی؟ میں نے اس کا جواب دیا شرعی تجہیز وتکفین کا خرچ اصل مال سے ہوگا گویا اس نے ہزار میں سے اس کو مستثنٰی کیا ہے تو اس طرح نیک کاموں پر خرچ کرنے کے لئے ہزار میں سے سات سو درہم باقی بچے، اور اس کی وصیت کا مجموعہ چار ہزار دو سو پچاس ہوا جو ترکہ کے تہائی حصہ میں سے نہیں نکل سکتا۔ چنانچہ وصیت صرف مال

www.alahazratnetwork.org

عنہا فینفذ الثلث فقط[1] الخ۔ کے تہائی حصہ میں نافذ کی جائیگی فقط (ت)

پھر سب میں پچھلی وصیت ہے کہ وصیان مذکور ہر ماہ محتاجوں کو اس قدر خیرات دیا کریں جو نظر میں مناسب آئے دوبارہ کل مال کی وصیت ہے کہ اس کی تعیین مقدار میں اگرچہ اوصیاء کو اختیار دیا ہے اور یہ اختیار صحیح اور ایسی وصیت جائز ہے۔

کما اذا اوصی بجزء او سہم من مالہ فالبیان الی الورثۃ یقال لہم اعطوہ ما شئتم کما فی الدر[2] المختار وعامۃ الاسفار وفی رد المحتار عن التبیین لانہ مجہول یتناول القلیل والکثیر والوصیۃ لا تمتنع بالجہالۃ والورثۃ قائمون مقام الموصی فکان الیہم بیانہ[3] اھ قلت فالوصی المفوض الیہ بنص الموصی اولٰی بذلک کما لا یخفٰی۔

جیسے کسی شخص نے اپنے مال میں سے ایک جزء یا ایک سہم کی وصیت کی تو اس کا بیان وارثوں کے ذمے ہوگا انھیں کہا جائے گا کہ جو کچھ تم چاہو اس کو دے دو جیسا کہ درمختار اور عام کتابوں میں ہے۔ ردالمحتار میں تبیین کے حوالے سے منقول ہے کیونکہ وہ مجہول ہے قلیل وکثیر دونوں کو شامل ہے اور وصیت بسبب جہالت کے ممنوع نہیں ہوتی اور وارث موصی کے قائم مقام ہوتے ہیں لہذا اس کا بیان انھیں کو سونپا جائے گا الخ میں کہتا ہوں کہ وہ وصی اس کا زیادہ حقدار ہے جس کے سپرد معاملہ موصی کی نص سے ہوا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں (ت)

www.alahazratnetwork.org

مگر یہ کوئی مقدار تجویز کریں آخر کچھ نہ کچھ ماہوار کی وصیت ہوگی اور وہ بلا تفرقہ کثیر وقلیل مطلقاً جمیع مال کی وصیت ہے،

کما علمت انفا عن العلمگیریۃ وفیہا ایضا عن المبسوط لو اوصی بان ینفق علیہ خمسۃ دراہم کل شہر من مالہ فانہ یحبس جمیع الثلث فینفق علیہ منہ کل

جیسا کہ عالمگیریہ کے حوالہ سے ابھی ابھی تو جان چکا ہے، اسی میں بحوالہ مبسوط ہے کہ اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کے مال میں سے فلاں پر پانچ درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں تو اس کے ترکہ کا ایک تہائی حصہ پورا روک لیا جائیگا تاکہ اس میں سے موصی

---

[1] العقود الدریۃ تنقیح الفتاوی الحامدیہ کتاب الوصایا ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۱۱

[2] الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۲۴

[3] ردالمحتار " " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۴۲۹

شهر خمسة كما اوجبه الموصى و يستوى ان امر بان ينفق عليه فى كل شهر منه درهما او عشرة دراهم[1] اھ والسر فيه ان الوصية بشئ للفقراء كل شهر مؤبدة لا نهاية الى اٰخر الدهر والغلال بمعرض الزوال ومعتور التبدل بالتكثر والتقلل فلا يدرى متى تفنى ومتى تحصل ومتى تقل والى ما تصل فوجب ابقاء جميع الثلث مصونا لها قال فى الهندية متصلا بما مر قبله اوصى بعشرين درهما من غلته كل سنة لرجل فاغل سنة قليلا و سنة كثيرا فله ثلث الغلة كل سنة يحبس وينفق عليه كل سنة من ذٰلك عشرون درهما ما عاش هٰكذا اوجبه الموصى و ربما لا تحصل الغلة فى بعض السنين فلهذا يحبس ثلث الغلة على حقه[2] اھ قلت و اطلقوه فشمل

کی وصیت کے مطابق ہر مہینے پانچ درہم خرچ کئے جائیں، اور اس میں حکم برابر ہوگا اگر وہ ایک درہم یا دس درہم ماہانہ خرچ کرنے کا حکم دے الخ اس میں راز یہ ہے کہ فقیروں کے لئے ماہانہ کچھ خرچ کرنے کی وصیت دائمی ہوتی ہے اور آخر تک اسکی انتہا نہیں ہوتی جبکہ محاصل معرض زوال میں ہوتے ہیں اور ان میں زیادتی اور کمی کے ساتھ تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے معلوم نہیں کب تک ختم ہو جائیں اور کب حاصل ہوں اور کب ختم ہو جائیں اور وہ کب کہاں تک پہنچے۔ لہذا پورے تہائی کو وصیت کیلئے محفوظ رکھنا واجب ہے۔ ہندیہ میں مذکورہ بالا عبارت سے ماقبل قریب ہی کہا ہے کہ کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کے لئے اپنی جائداد کی پیداوار میں سے بیس درہم سالانہ کی وصیت کی اور چونکہ پیداوار کسی سال تھوڑی اور کسی سال زیادہ ہوتی ہے لہذا اس کے لئے ہر سال پیداوار کا تہائی حصہ روک رکھا جائے گا اور سالانہ اس پر جس کیلئے وصیت کی گئی ہے بیس درہم خرچ کئے جاتے رہیں گے جب تک وہ زندہ ہے۔ اسی طرح موصی نے ایجاب کیا ہے۔ اور بسا اوقات بعض سالوں میں پیداوار حاصل نہیں ہوتی اسی لئے اس شخص کے حق میں جس کے لئے وصیت کی گئی پیداوار کا تہائی حصہ روک رکھا جاتا ہے الخ میں کہتا ہوں انھوں نے

---

[1] و [2] الفتاوی الھندیۃ کتاب الوصایا الباب السابع فی الوصیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۲۸

www.alahazratnetwork.org

ما اغل مما کثر او قل مع ان الوصیۃ محدودۃ بسنین معدودۃ قدر ما عسی ان یعیش الموصی لہ فکیف بجھۃ لا انقطاع لھا۔

اس کو مطلق رکھا کہ یہ شامل ہے جب تک پیداوار حاصل ہوتی رہے گی چاہے وہ پیداوار کثیر ہو یا قلیل باوجودیکہ وصیت چند معدود سالوں کی حد تک محدود ہے یعنی جب تک وہ شخص زندہ رہے گا جس کے لئے وصیت کی گئی ہے تو پھر یہ وصیت ایسی جہت سے کیسے ہوئی جس کے لئے انقطاع نہیں۔ (ت)

تو حاصل یہ ٹھہرا کہ زید نے اپنے کل مال کی وصیت اُس مسجد کے لئے کی اور نیز کل کی وصیت فقرا کو ماہوار کے لئے اور ان کے علاوہ پانسو روپے مطلقاً فقراء یا خاص فقراء مسافرین کو اور دینے کہے اور ڈھائی ہزار ان اشخاص معلومین کو وصیۃً دیئے جملہ اموال وصایا دوبار جمیع مال اور تین ہزار روپے ہوئے پُر ظاہر کہ کل مال بھی ان وصایا کے نصف کی بھی گنجائش نہیں رکھتا تو اب اس کے دریافت کی حاجت ہوگی کہ ان میں کون کون وصیت کس کس حد پر نفاذ پائے گی کتنا کتنا ہر وصیت میں دیا جائے گا کون سی وصیت بوجہ ارجحیت تقدیم پائے گی کونسی مرجوح ٹھہر کر تاخیر کردی جائیگی اس کا حساب صحیح بتانے کے لئے یہ جاننا ضرور کہ کل مال بعد تجہیز و تکفین مسنون و ادائے دیون کی مقدار کس قدر ہے میت نے ترکہ میں زر نقد کتنا چھوڑا جائداد منقولہ و غیر منقولہ متروکہ خالصہ یعنی بعد تجہیز و تکفین و قضائے دیون کی قیمت بازار کے بھاؤ سے کیا ہے وارثوں میں بالغ کتنے ہیں ان میں کون کون کس کس وصیت کو کس حد تک جائز رکھتا کون کون اجازت نہیں دیتا ہے ان امور سے سوال میں کچھ مذکور نہیں نہ سائل نے اس بحث سے استفسار کیا لہذا ہم بھی مطوی و ملتوی رکھیں اگر دریافت منظور ہو امور مسطورہ بتفصیل تام بتا کر سوال کیا جاسکتا ہے۔

جواب سوال چہارم: تقسیم عبادات و معاملات میں عبادات سے مطلقاً حقوق اللہ مراد ہوتے ہیں خواہ عبادات محضہ ہوں جیسے ارکان اربعہ یا قربات محضہ جیسے عتق و وقف حتی کہ نکاح بھی خواہ عبادت یا قربت مع معنی عقوبت جیسے کفارات اور معاملات حقوق العباد ہیں مثل بیع و اجارہ و ہبہ و اعارہ وغیرہ اور یہاں نظر مقصود اصل کی طرف ہے اصل مقصود تقرب الی اللہ ہے تو عبادت ہے یا مصالح عباد تو معاملہ

فاجتماعھما کما فی النکاح لا یقدح فی التقسیم و قد تکفل ببیان کل ذلک فی ردالمحتار صدر

ان دونوں کا اجتماع جیسا کہ نکاح میں ہے تقسیم میں مانع نہیں، تحقیق اس تمام کے بیان کی ردالمحتار میں کتاب البیوع کے آغاز پر کفایت

کی گئی ہے (ت)

پھر وصیت دو قسم ہے، ایک تملیک مثلاً زید یا عمرو یا ابنائے فلاں وغیرہم معین ومحصور اشخاص کے لئے یہ صورت اغنیاء وفقراء سب کے لئے ہوسکتی ہے، صورت اولٰی معاملات سے ہے مثل ہبہ اور ثانیہ عبادات سے مثل صدقہ، دوسری قربت بلاتملیک مثل وصیت بوقف وعتق ودیگر اعمال پھر وصیت برائے ارباب حاجت غیر محصورین بوجہ عدم انحصار تملیک نہیں ہوسکتی یہ صرف قربت واز قبیل عبادات ہے۔

یرشدك الی هذا ما قدمنا عن الدر من الاصل فی الوصیة الخ وفی الهندیة عن المحیط عن فتاوی الامام ابی اللیث فیما لو اوصی بثلث ماله لاعمال البر ان کل ما لیس فیه تملیك فهو من اعمال البر حتی یجوز صرفه الی عمارة المسجد و سراجه دون تزیینه[1] الخ و مسائل الباب اکثر من ان تحصٰی۔ اقول وبه ظهر ان ما ذکر فی عامة الکتب فی حد الوصیة انها تملیك مضاف الی ما بعد الموت علٰی وجه التبرع فهو تحدید له باعتبار احد نوعیه والحد الجامع ما قدمنا عن النتائج عن النهایة عن

اس کی طرف تیری راہنمائی کرتی ہے وہ بات جو درر کے حوالے سے ہم پہلے بیان کرچکے ہیں یعنی وصیت میں اصل یہ ہے الخ اور ہندیہ میں بحوالہ فتاوٰی امام ابواللیث محیط سے منقول ہے اس صورت کے بارے میں کہ اگر کسی نے نیک کاموں کے لئے اپنے مال کے تہائی کی وصیت کی یہ کہ جس میں تملیک نہ ہو وہ نیک کاموں میں سے ہے یہاں تک کہ اسے مسجد کی تعمیر اور چراغ کے لئے خرچ کرنا جائز ہے نہ کہ اس کی زیب و زینت کے لئے الخ اس باب کے مسائل شمار سے زائد ہیں۔ میں کہتا ہوں اور اس سے ظاہر ہوگیا وہ جو عام کتابوں میں وصیت کی حد یعنی تعریف کے بارے میں مذکور ہے کہ بے شک وصیت ایسی تملیک ہے جو موت کے مابعد کی طرف بطورِ تبرع منسوب ہوتی ہے، یہ وصیت کی تعریف اس کی دونوعوں میں سے ایک کے اعتبار سے ہوئی اور جامع تعریف وہ ہے جسے ہم نتائج سے

---

[1] الفتاوی الهندیة کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۹۷

www.alahazratnetwork.org

الایضاح، والاولٰی ما اسلفنا عن الوقایۃ والنقایۃ لعدم تقییدہ بالمال فیعم ما اذا اوصی بان یدفن فی مقبرۃ کذا بثوب فلان الزاھد فقد قال فی الخلاصۃ والبزازیۃ والشرنبلالیۃ وردالمحتار وغیرھا یراعی شرائطہ ان لم یلزم مؤنۃ الحمل فی التترکۃ[1] قلت والمراد بالموت ما یعم الحکمی وھو مرض الموت والاولی التصریح بہ لکن ھذا لابد من تخصیصہ بالمال فان الایجابات الغیر المالیۃ کامرہ اجیرہ او ابنہ ان اسقنی او اخدمنی لاتعد وصیۃ وان کانت فی مرض الموت بخلاف المضاف الی ما بعدہ کما لایخفی فاذن احق ما یقال فی حدھا ایجاب مضاف الی ما بعد الموت او الی منجز فی مرض الموت فاحفظہ۔ واللہ التوفیق۔

بحوالہ نہایہ بحوالہ ایضاح پہلے نقل کر چکے ہیں۔ اور اولٰی تعریف وہ ہے جسے ہم بحوالہ وقایہ ونقایہ پہلے ذکر کر چکے کیونکہ اس میں مال کی قید نہیں لگائی گئی، لہذا وہ شامل ہوگئی اس صورت کو کہ جب کسی نے وصیت کی کہ اس کو فلاں قبرستان میں فلاں زاہد کے کپڑوں میں دفن کیا جائے۔ خلاصہ، بزازیہ، شرنبلالیہ اور ردالمحتار وغیرہ میں کہا ہے وصیت کی شرائط کا لحاظ کیا جائے گا اگر ترکہ میں باربرداری کا خرچہ لازم نہ آئے الخ۔ میں کہتا ہوں موت سے مراد وہ ہے جو موتِ حکمی کو شامل ہے اور وہ مرض الموت ہے، اور اس کی تصریح کرنا اولٰی ہے، لیکن اس میں مال کی تخصیص ضروری ہے اس لئے کہ ایجاباتِ غیر مالیہ جیسے کسی شخص کا اپنے اجیر یا بیٹے کو حکم دینا کہ مجھے پانی لاکر پلاؤ یا میری خدمت کرو۔ ان کا شمار وصیت میں نہیں ہوتا اگرچہ یہ مرض الموت میں ہوں بخلاف اس کے کہ وہ موت کے مابعد کی طرف منسوب ہو، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ تو اس صورت میں وصیت کی تعریف یوں کرنا اولٰی و انسب ہے کہ وہ ایسا ایجاب ہے جو موت کے مابعد کی طرف منسوب ہو یا اس کی طرف منسوب ہو جس کی تنجیز مرض الموت میں کی گئی ہے۔ اس کو محفوظ کرلے۔ اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

بالجملہ مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے نہ معاملات سے بلکہ دونوں میں داخل دونوں کو شامل۔

[1] الفتاوی البزازیۃ علٰی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۴۰

www.alahazratnetwork.org

جواب سوال پنجم: وجہ مذکور سے وصیت پر کوئی اثر عدمِ جواز کا نہیں پڑ سکتا اُس وجہ کی نہ بنا صحیح ہے نہ مبنی درست، نہ وصیت کا بیع پر قیاس مقبول۔

اوّلاً جواب سوال سوم میں معلوم ہولیا کہ یہاں سرے سے استثناء ہی نہیں۔

ثانیاً ہو بھی تو قول صحیح و معتمد ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ ارطال معلومہ کا استثناء بیع میں بھی روا۔ ہدایہ میں بعد عبارت مذکورۂ سوال ہے:

لان الباقی بعد الاستثناء مجهول قال رضی الله تعالٰی عنه قالوا هذا روایة الحسن وهو قول الطحاوی اما علی ظاهر الروایة ینبغی ان یجوز لان الاصل ان ما یجوز ایراد العقد علیه بانفراده یجوز استثناؤه من العقد وبیع فقیز من صبرة جائز فکذا استثناؤه بخلاف استثناء الحمل واطراف الحیوان لانه لا یجوز بیعه فکذا استثناؤه[1] اھ باختصار۔

کیونکہ استثناء کے بعد باقی مجہول ہے مصنف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا علماء نے کہا ہے کہ یہ روایت امام حسن کی ہے اور وہی طحاوی کا قول ہے۔ لیکن ظاہر الروایۃ پر اس کو جائز ہونا چاہیے اس لئے کہ ضابطہ یہ ہے جس شئ پر بطورِ انفراد عقد کا وارد ہونا جائز ہو عقد سے اس کا استثناء بھی جائز ہوتا ہے۔ ڈھیر میں سے ایک بوری کی بیع جائز ہے تو اسی طرح اس کا استثناء بھی جائز ہوگا بخلاف حمل اور جانور کے اجزاء کے، کیونکہ ان کی بیع جائز نہیں، اسی طرح ان کا استثناء بھی جائز نہیں اھ (اختصار) (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

ماجاز ایراد العقد علیه بانفراده صح استثناؤه منه فصح استثناء ارطال معلومة من بیع ثمر نخلة۔[2]

جس پر بطور انفراد عقد کا وارد کرنا جائز ہے اس کا استثناء بھی عقد سے جائز ہے۔ چنانچہ درخت کے پھل کی بیع سے معین رطلوں کا استثناء صحیح ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۳۲و۳۳

[2] الدر المختار شرح تنویر الابصار " فصل فی مایدخل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹

www.alahazratnetwork.org

لصحة ایراد العقد علیها و لو الثمر علی رؤس النخل علی الظاهر[1]

کیونکہ اس پر عقد کو وارد کرنا صحیح ہے اگرچہ ظاہر روایت کے مطابق جو پھل درختوں کے اوپر ہو۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ (علی الظاهر متعلق بقولہ فصح و مقابل ظاهر الروایة الحسن عن الامام انه لا یجوز و اختارہ الطحاوی والقدوری لان الباقی بعد الاستثناء مجهول[2]

ماتن کا قول "علی الظاهر" اس کے قول "فصح" سے متعلق ہے اور ظاہر الروایت کے مقابلے میں حسن کا قول ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ استثناء جائز نہیں ہے۔ اسی کو اختیار کیا ہے امام طحاوی اور قدوری نے، کیونکہ استثناء کے بعد جو بچتا ہے وہ مجہول ہے۔(ت)

ثالثاً بیع میں عدم جواز ہی معتمد سہی تو اُس کا دائرہ بہت تنگ ہے اور وصیت کا باب نہایت وسیع۔ ابھی سُن چکے کہ بیع حمل ناجائز ہے اور وصیت بالحمل قطعاً روا۔

فی الدر صحت للحمل و به کقولہ اوصیت بحمل جاریتی او دابتی هذہ لفلان[3]

دُر میں ہے کہ حمل کے لئے وصیت اور حمل کے ساتھ وصیت صحیح ہے جیسے موصی کا یوں کہنا کہ میں نے اپنی اس لونڈی یا اس جانور کے حمل کی فلاں شخص کے لئے وصیت کی۔(ت)

بیع شروطِ فاسدہ سے فاسد ہوجاتی ہے اور وصیت پر ان کا کچھ اثر نہیں، ولہذا بیع کنیز سے استثناء حمل روا نہیں اور وصیت سے صحیح۔

فی الهدایة اشتری جاریة الا حملها فالبیع فاسد لانه بمنزلة اطراف الحیوان لاتصاله به خلقة و بیع الاصل یتناولها فالاستثناء

ہدایہ میں ہے کسی شخص نے لونڈی خریدی مگر اس کا حمل نہ خریدا تو بیع فاسد ہے کیونکہ حمل حیوان کے اعضاء کی مثل ہے اس لئے کہ حمل خلقی طور پر حیوان کے ساتھ متصل ہے اور اصل کی بیع اس کو

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع فصل فی مایدخل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹

[2] ردالمحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۱

[3] الدرالمختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۸

یکون علٰی خلاف الموجب فیصیر شرطا فاسدا والبیع یبطل بہ و الھبۃ والصدقۃ والنکاح لا تبطل بل یبطل الاستثناء وکذا الوصیۃ لا تبطل لکن یصح الاستثناء لان الوصیۃ اخت المیراث والمیراث یجری فیما فی البطن[1] اھ ملخصًا۔

شامل ہے، تو یہ استثناء موجب کے خلاف ہونے کی وجہ سے شرطِ فاسد ہوا اور بیع شرطِ فاسد کے ساتھ باطل ہوجاتی ہے۔ ہبہ، صدقہ اور نکاح باطل نہیں ہوتے بلکہ استثناء باطل ہوجاتا ہے۔ یونہی وصیت باطل نہیں ہوتی لیکن اس میں استثناء صحیح ہوتا ہے اس لئے کہ وصیت میراث کی بہن ہے اور میراث اس میں جاری ہوجاتی ہے جو پیٹ میں ہے اھ (تلخیص) (ت)

جہالت بیع میں مفسد ہے اور وصیت کو مضر نہیں کما قدمنا عن الشامی عن الزیلعی (جیسا کہ ہم شامی سے بحوالہ زیلعی پہلے ذکر کرچکے ہیں۔ ت) اور بیع میں استثنائے ارطال معلومہ سے روایت فساد کی علت یہی جہالت تھی کما سمعت عن الھدایۃ ورد المحتار ومثلہ فی الفتح وغیرہ (جیسا کہ تو ہدایہ اور ردالمحتار سے سُن چکا ہے، اور اسی کی مثل فتح وغیرہ میں ہے۔ ت) تو وصیت کا اس پر قیاس کھلا مع الفارق ہے۔

www.alahazratnetwork.org

رابعًا علت منع یہی سہی کہ شاید اتنے ہی رطل پیدا ہوں تو یہ بھی وصیت میں اصلاً خلل انداز نہیں،

کما اسلفنا عن الھندیۃ عن المحیط من قولہ وربما لا تحصل الغلۃ فی بعض السنین[2]۔

جیسا کہ ہم ہندیہ سے بحوالہ محیط اس کا یہ قول ذکر کرچکے ہیں کہ بسا اوقات بعض سالوں میں پیداوار حاصل نہیں ہوتی (ت)

خامسًا وقت محاصل وغلہ قُری وبساتین وغیرہا کی صحت وصیت میں شبہ نہیں کتبِ فقہ میں اس کے لئے باب جداگانہ موضوع اور شک نہیں کہ ان اشیاء پر جو محصول جانب سلطنت سے معین ہوتا ہے وہ عرفًا معلوم الاداء ومعہود الاستثناء ہے والمعہود عرفًا کالمشروط لفظًا (جو عرف کے اعتبار سے معہود ہو وہ اس کی مثل ہوتا ہے جو لفظ کے اعتبار سے مشروط ہو۔ ت) تو جو استثناء بے ذکر کئے خود ہی مذکور ہے اس کی تصریح کیا مفسد ہوسکتی ہے وھذا ظاھر جدًا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت)۔

---

[1] الھدایۃ کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۶۳

[2] الفتاوی الھندیۃ کتاب الوصایا الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۲۸

جواب سوال ششم: بطلان وصیت کے لئے تقریر مذکور اصلاً صحیح نہیں، اوپر گزرا کہ وصیت دو قسم ہے: تملیک وقربت۔ وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی ہے۔ت) کراہت منافی تملیک ہرگز نہیں ہوسکتی،

الا تری ان البیوع الفاسدۃ محرمۃ وتفید الملک فاذا جامع الملک الحرمۃ فما بالک بالکراھۃ۔

کیا تو نہیں دیکھتا کہ بیوعِ فاسدہ حرام ہیں اور ملک کا فائدہ دیتی ہیں۔ جب ملک حرمت کے ساتھ جمع ہوگیا تو کراہت کے ساتھ جمع ہونے میں تیرا کیا خیال ہے۔ (ت)

اور منافی قربت بھی صرف اس صورت میں ہے کہ شئی فی نفسہ مکروہ ہو اور یہ جبھی ہوگا کہ وہ اصلاً نوع قربت سے نہ ہو،

فان الندب والکراھۃ متنافیان لایسوغ اجتماعھما من جھۃ واحدۃ۔

کیونکہ ندب اور کراہت آپس میں متنافی ہیں لہذا ایک ہی جہت سے ان کا اجتماع جائز نہیں (ت)

بخلاف کراہت عارضی کہ زنہار منافی قربت نہیں ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شئی فی نفسہ قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت عارض جیسے آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھنا، علماء نے کراہت ومعصیت سے بطلان وصیت پر صرف دو صورت خاصہ میں استثناء کیا ہے جہاں تملیک نہیں اور فعل فی نفسہ مکروہ ہے، حاصلِ استدلال یہ کہ یہاں تملیک نہ ہونا تو ظاہر اور اس ظہور ہی کے باعث یہ مقدمہ مطوی فرمالیتے ہیں، رہی قربت وہ یوں نہیں ہوسکتی کہ فعل خود مکروہ ہے اور ایسا مکروہ قربت نہیں ہوسکتا تو دونوں نوع وصیت منتفی ہوئیں اور بطلان لازم آیا،

فان انتفاء الاقسام باسرھا قاض بانتفاء المقسم راسا۔

تمام اقسام کا منتفی ہونا مقسم کے منتفی ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ (ت)

بخلاف دو صورت باقی اعنی صورت تملیک وصورت قربت ذاتی وکراہت عارضی کہ ان میں ہرگز کراہت سے بطلان پر حجت نہیں پاتے بلکہ صراحۃً صحت وصیت ارشاد فرماتے ہیں تینوں صورتوں کے شواہد لیجئے:

صورت اولٰی کی دو مثالیں یہی ضرب قبہ وتطیین قبر ہیں یعنی جب بہ نیت تزیین ہو کہ اپنی قبر کو مزین کرانا فی نفسہ نوعِ قربت سے نہیں بخلاف اس صورت کے کہ بقائے نشان مقصود ہو کہ یہ فعل شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معہود۔

www.alahazratnetwork.org

کما فعل بقبر عثمٰن بن مظعون رضی اللہ تعالٰی عنہ ووضع حجرا لیتعرف بہا قبرہ ویدفن الیہ من مات من اھلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما اخرجہ ابوداؤد[1] فی سننہ بسند جید۔

جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قبر پر پتھر نصب فرمایا تاکہ اس پتھر کے سبب قبر کی پہچان رہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان مبارک سے وصال فرمانے والے افراد کو اس قبر کے قریب دفن کیا جائے، جیسا کہ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں جید سند کے ساتھ اسکی تخریج کی ہے۔ (ت)

اس سے نفع وانتفاع میت زائرین حاصل یہ مقصد محمود ہے اور ہر مقصد محمود قربات میں معدود۔ درمختار میں زیر عبارت مذکورہ سوال ہے:

قدمنا فی الکراھیۃ انہ لایکرہ تطیین القبور فی المختار[2] الخ زاد فیھا وفی الجنائز عن السراجیۃ لاباس بالکتابۃ ان احتیج الیھا حتی لایذھب الاثر ولایمتھن[3]

ہم باب الکراہیۃ میں ذکر کر چکے ہیں کہ قول مختار میں قبروں کی لپائی مکروہ نہیں الخ اسی کے باب الجنائز میں بحوالہ سراجیہ یہ اضافہ کیا کہ قبر پر لکھنے کی اگر ضرورت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں تاکہ اس کا نشان نہ مٹے اور اس کی توہین نہ کی جائے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

خانیہ میں ہے:

اوصی بعمارۃ قبرہ للتزیین فھی باطلۃ[4]

زینت کے لئے قبر پر عمارت کی وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے۔ (ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب فی جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۱

[2] الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۰

[3] الدر المختار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶ - ۱۲۵

الفتاوی السراجیۃ کتاب الجنائز باب الدفن مطبع نولکشور لکھنؤ ۲۴

[4] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الوصایا فصل فی مایکون وصیۃ " " ۴/ ۸۳۶

اذا اوصی بان یطین قبرہ او یوضع علی قبرہ قبۃ فالوصیۃ باطلۃ الا ان یکون فی موضع یحتاج الی التطیین بخوف سبع او نحوہ سئل ابوالقاسم عن من دفع الی ابنتہ خمسین درھما فی مرضہ وقال ان مت فاعمری قبری وخمسۃ دراھم لك واشتری بالباقی حنطۃ وتصدق بھا قال الخمسۃ لھا لاتجوز وینظر الی القبر الذی امر بعمارتہ فان کان یحتاج الی العمارۃ للتحصین لا للزینۃ عمرت بقدر ذٰلك والباقی تتصدق بہ علی الفقراء وان کان امر بعمارۃ فضلت علی الحاجۃ الذی لابد منھا فوصیۃ باطلۃ۔[1]

کسی نے وصیت کی کہ اس کی قبر کی لپائی کی جائے اور اس پر گنبد بنایا جائے تو وصیت باطل ہوگی۔ مگر یہ کہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کی ضرورت ہے تو مکروہ نہیں۔ مثلاً وہاں کسی درندے وغیرہ کا خوف ہو۔ ابوالقاسم سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیٹی کو بیماری کی حالت میں پچاس درہم دے کر کہا اگر میں مرجاؤں تو میری قبر تعمیر کرانا اور پانچ درہم تیرے ہیں باقی سے گندم خرید کر اسے صدقہ کردینا۔ ابوالقاسم نے کہا کہ بیٹی کے لئے پانچ درہموں کی وصیت جائز نہیں۔ اور قبر کو دیکھا جائے گا اگر وہاں قبر کی حفاظت کے لئے عمارت کی محتاجی ہے تو بقدر حاجت وہ تعمیر کرائے لیکن زینت کے لئے جائز نہیں اور جو باقی بچے وہ فقراء پر صدقہ کردے۔ اگر موصی نے قدر حاجت سے زائد عمارت کا حکم دیا تو اس کی وصیت باطل ہوگی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

بزازیہ میں ہے:

عمارۃ القبر ان لتحصین یجوز وان لتزیین فالوصیۃ ایضا باطلۃ ویصرف الکل الی الفقراء۔[2]

قبر کی عمارت اگر حفاظت کے لئے ہے تو وصیت جائز ہے اور اگر زیبائش کے لئے ہے تو ناجائز و باطل ہے۔ لہذا وہ سب مال فقراء پر خرچ کیا جائے گا۔ (ت)

مثال سوم وصیت کی کہ اُسے ٹاٹ کا کفن دیں اور گلے میں طوق پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر دفن کریں یہ امر نامشروع کی وصیت ہے مقبول نہ ہوگی اور بطور مشروع دفن کریں گے۔

---

[1] الفتاوی الھندیۃ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۹۶

[2] فتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الھندیۃ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۳۹

فی الھندیۃ عن المحیط اذا اوصی ان یدفن فی مسح کان اشتراہ و یغل و یقید رجلہ فھذہ وصیۃ بما لیس بمشروع فبطلت و یکفن بکفن مثلہ و یدفن کما یدفن سائر الناس۔[1]

ہندیہ میں بحوالہ محیط منقول ہے جب کسی نے وصیت کی کہ اُسے ٹاٹ میں کفن دیا جائے جو اس نے خریدا ہے اور اس کو طوق پہنایا جائے اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی جائیں، تو چونکہ یہ شرعی طور پر ناجائز کام کی وصیت ہے لہذا باطل ہوگی، اس کو کفن مثلی دیا جائے گا اور دیگر لوگوں کی طرح دفن کیا جائے گا۔ (ت)

مثال چہارم وصیت کی کہ مجھے میرے گھر میں دفن کریں باطل ہے کہ یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص اور اُمت کے حق میں نامشروع ہے، خلاصہ و بزازیہ و تاتارخانیہ و ہندیہ وغیرہ میں ہے:

واللفظ للثالثۃ اوصی بان یدفن فی دارہ فوصیتہ باطلۃ الا ان یوصی ان یجعل دارہ مقبرۃ للمسلمین۔[2]

لفظ تیسری کتاب یعنی تاتارخانیہ کے ہیں۔ اگر کسی نے وصیت کی اس کو اپنے گھر میں دفن کیا جائے تو وہ وصیت باطل ہوگی سوائے اس کے وہ یوں کرے کہ اس کے گھر کو مسلمانوں کے لئے قبرستان بنا دیا جائے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

صورت ثانیہ یعنی وصیت تملیک باوصف کراہت صحیح ہے اس کی ایک سند وہی ہے جو سوال میں بحوالہ شامی مسطور کہ فساق کے لئے وصیت مکروہ ہے اور باوجود کراہت صحیح سند دوم وجیز امام کردری میں ہے:

الثانی معصیۃ مطلقا کالوصیۃ للنائحۃ والمغنی ان لم یکن یحصون لا یصح وان لقوم باعیانھم صح۔[3]

دوسری مطلقاً گناہ ہے جیسے نوحہ کرنیوالی عورت اور گویّے کے لئے وصیت۔ اگر وہ قابل شمار نہ ہوئے تو صحیح نہیں اور معین قوم کے لئے ہے تو صحیح ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق پھر ردالمحتار میں ہے:

---

[1] الفتاوی الھندیۃ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۹۶-۹۵

[2] " " " " " " " ۶/۹۵

[3] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الھندیۃ کتاب الوصایا " " " ۶/۴۳۶

الوصیة انما صحت باعتبار التملیك لهم[1]۔

یہ وصیت تو محض ان کے لئے تملیک کے اعتبار سے صحیح ہے۔ (ت)

یہ کیسے نصوص صریحہ ہیں کہ وصایائے تملیک اگرچہ معصیت ہوں صحیحہ ہیں۔ سند سوم کافر حربی کے لئے وصیت باوصف ممانعت صحیح و نافذ ہے۔

مطلقا علی ما اختارہ الائمة الجلة طاهر بن عبد الرشید البخاری و الامام السغناقی اول شراح الهدایة والامام النسفی صاحب الکنز والوافی والامام حافظ الدین البزازی او بشرط الاستیمان علی ما مشی علیه فی الغرر الدرر والتنویر والدر وجعله فی الخانیة اجماعا وفی المقام تحقیق انیق اتینا به فیما علقنا علی رد المحتار لو لا غرابة المقام لاسعفنا به۔

بغیر کسی شرط کے جیسا کہ بزرگ ائمہ کرام یعنی طاہر بن عبدالرشید بخاری، ہدایہ کے شارح اول امام سغناقی، کنز و وافی کے مصنف امام نسفی اور امام حافظ الدین برازی نے اختیار کیا، یا مستامن ہونے کی شرط کے ساتھ جیسا کہ غرر درر، تنویر اور در میں اسکو اپنایا ہے اور خانیہ میں اس کو اجماع قرار دیا ہے۔ اس مقام پر نہایت عمدہ تحقیق ہے جس کو ہم نے رد المحتار پر اپنی تعلیق میں ذکر کیا ہے۔ اگر مقام کی اجنبیت نہ ہوتی تو ہم اس کو یہاں ذکر کرتے۔ (ت)

خلاصہ و نہایہ و کافی و وجیز میں ہے:

واللفظ للاول الوصیة لاهل الحرب باطلة، وفی السیر الکبیر ما یدل علی الجواز والتوفیق بینهما انه لا ینبغی ان یفعل ولو فعل یثبت الملك[2]۔

اور لفظ پہلی کتاب کے ہیں کہ اہل حرب کے لئے وصیت باطل ہے اور سیر کبیر کی عبارت جواز پر دلالت کرتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان تطبیق یوں ہوگی کہ اہل حرب کے لئے وصیت نہ کرنی چاہئے لیکن اگر کردے تو ملک ثابت ہوجائیگا۔ (ت)

صورت ثالثہ یعنی وصیت قربت صحیح ہے اگرچہ نظر بخارج کراہت ہو اس کے دلائل وہ تمام مسائل ہیں جن میں قربت کے لئے ثلث سے زائد وصیت کو صحیح مانا اور ورثہ اجازت دیں تو پوری مقدار

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الوصایا باب وصیة الذمی المطبعة الکبری بولاق مصر ۶/ ۲۰۵

[2] خلاصة الفتاوی " جنس آخر فی الفاظ الوصیة مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۲۳۰

میں نافذ جانا، پُر ظاہر کہ ہنگام قیام ورثہ مثلاً کل مال کی وصیت ممنوع ہے وہی بعض شراح مشکوٰۃ اعنی علامہ ابن فرشتہ اُسی حدیث کے نیچے اُسی قول میں فرماتے ہیں:

فیضاران الوصیۃ ای یوصلان الضرر الی الوارث بسبب الوصیۃ للاجنبی باکثر من الثلث[1] الخ۔

وہ دونوں وصیت میں ضرر پہنچائیں یعنی اجنبی کے حق میں تہائی سے زائد کی وصیت کرکے وارث کو نقصان پہنچائیں الخ (ت)

جلالین میں زیر آیت ہے:

(او اثما) بان تعمد ذلك بالزیادۃ علی الثلث او تخصیص غنی مثلا[2]

(یا گناہ کیا) بایں صورت کہ تہائی سے زائد کا قصد کیا یا غنی کو وصیت کے ساتھ مختص کیا (ت)

مگر ازانجا کہ فعل فی نفسہ قربت اور منع بوجہ عارضی یعنی تعلق حق ورثہ ہے باطل نہ ہوئی ورنہ اجازت ورثہ سے بھی نافذ نہ ہوسکتی۔

فان الباطل لاوجود لہ والمعدوم لاینفذ بالتنفیذ۔

کیونکہ باطل کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور معدوم کسی کے نافذ کرنے سے نافذ نہیں ہوتا (ت)

www.alahazratnetwork.org

میں این وآن سے استدلال کرتا ہوں قرآن عظیم دلیل اکبر ہے کہ وصیت باوصف ظلم ومعصیت صحیح ومعتبر ہے۔

قال اللہ عزوجل فمن خاف من موص جنفا او اثما فاصلح بینھم فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم[3]۔

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) جو کسی کی وصیت میں ظلم یا گناہ پر اطلاع پائے پس وہ اور موصی لہم میں صلح کرادے تو اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

وصیت بحال کراہت اگر باطل ہوتی تو باطل پر صلح کے کیا معنٰی تھے اور وہ موصی لہم کیوں قرار پاتے۔ معالم میں ہے:

قال الاٰخرون انہ اراد بہ انہ

دوسروں نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جب

---

[1] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ ابن الملک باب الوصایا الفصل الثانی تحت حدیث ۳۰۷۵ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۲۵۷

[2] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۲/ ۱۸۲ اصح المطابع الدہلی النصف الاول ص ۲۶

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۲

اذا اخطأ المیّت فی وصیته او جار معتمدا فلاحرج علی ولیه او وصیه او والی امور المسلمین ان یصلح بعد موته بین ورثته وبین الموصی لهم ویرد الوصیة الی العدل والحق[1]

میت نے وصیت میں خطا کی یا جان بوجھ کر ظلم کیا تو ولی یا وصی یا مسلمانوں کے امور کے والی کے لئے کوئی حرج نہیں کہ وہ موصی کی موت کے بعد اس کے وارثوں اور وصیت والوں کے درمیان صلح کرادیں اور وصیت کو عدل وحق کی طرف لوٹادیں۔ (ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) سر اس میں یہ ہے کہ شرع مطہر کسی حرکت لغو وبے معنی کو مشروع ومقرر نہیں فرماتی تمام عقود وافعال ومعاملات کی صحت فائدے پر اعتماد رکھتی ہے فائدہ خواہ دوسرے کا ہو اگرچہ محض دنیوی خواہ اپنا اگرچہ صرف اخروی اور جو عبث محض ہے ہرگز صحیح نہیں ولہذا ایک روپیہ اُسی کے مثل وہمسر دوسرے روپے کے بدلے بیچنا یا مکان کے مساوی شرکائے مشاع کا اپنا حصہ دوسرے کے حصہ سے بدلنا یا کسی کی سکونت کو سکونت کے عوض اجارہ میں دینا صحیح نہ ہوا۔ درمختار میں ہے:

خرج بمفید مالایفید فلایصح بیع درهم بدرهم استویا وزنا وصفة ولامقایضة احد الشریکین حصة داره بحصة الاخر (صیرفیه) و لااجارة السکنی بالسکنی اشباه[2]

مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی چنانچہ وزن وصفت میں برابر ایک درہم کی دوسرے درہم کے بدلے بیع صحیح نہیں، اور نہ ہی ایک مکان کے دو برابر شریکوں میں سے ایک کا دوسرے سے اپنے حصے کا تبادلہ صحیح ہے (صیرفیہ)، اور سکونت کے بدلے سکونت کو اجارہ پر دینا صحیح نہیں (اشباہ)۔ (ت)

خصوصًا وہ عقود جو برخلاف قیاس بنظر حاجات ناس مشروع ہوئے وہ تو حاجت پر ہی اعتماد کیا چاہیں، ولہذا ناقابل سواری بچھڑے کا سواری کے لئے اجارہ جائز نہ ہوا کہ قیاس جواز اصل اجارہ کا نافی اور داعی جواز یعنی حاجت بوجہ عدم قابلیت یہاں منتفی۔

فی الفتح من باب العنین لم یجز استئجار الحجش للحمل

فتح کے باب العنین میں ہے سواری کی صلاحیت نہ رکھنے والے بچھڑے کو سواری اور بار برداری

---

[1] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۲/۱۸۲ مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۰

[2] الدر المختار کتاب البیوع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲

والرکوب[1] کے لئے کرائے پر لینا جائز نہیں (ت)

وصیت بھی انھیں عقود مجوزہ للحاجہ سے ہے۔

فی الھدایۃ القیاس یابی جوازھا لانہ تملیک مضاف الی حال زوال مالکیتہ ولو اضیف الی حال قیامھا بان قیل ملکتک غدا کان باطلا فھذا اولی الا انا استحسناہ لحاجۃ الناس الیھا[2] الخ۔

ہدایہ میں ہے قیاس تو اس کے جواز سے مانع ہے کیونکہ وصیت ایسی تملیک ہے جو موصی کی مالکیت کے حالِ زوال کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اگر اس کی نسبت اس حالت کی طرف کی جائے جب مالکیت قائم ہوتی ہے یعنی یوں کہا جائے میں نے تجھے آئندہ کل اسی کا مالک کردیا تو یہ باطل ہوگی۔ چنانچہ بطلانِ مالکیت والی حالت میں اس کا بطلان بدرجۂ اولٰی ہوگا مگر ہم نے بطورِ استحسان اس کو جائز قرار دیا کیونکہ لوگوں کو اس کی حاجت ہے الخ (ت)

تو بے فائدہ محض اس کی تشریع معقول نہیں حالت تملیک و افعال قربت میں حصول فائدہ ظاہر اور معصیت عارضہ غایت یہ کہ مثل بیع وقت اذان جمعہ یا نماز عصر وقت زردی فرض کردے منافی صحت نہیں ہوسکتی بخلاف اس صورت کے کہ نہ تملیک نہ مرے سے قربت، ایسی ہی جگہ کہا جائے گا کہ وصیت امر مکروہ و نامشروع کی ہے، لہذا صحیح نہیں کہ موجب صحت یعنی حاجت معدوم ہے معہذا ہم اوپر واضح کرآئے کہ وصیت ایجاب ہے اور ایجاب لحق وغیرہ ہو جیسے تملیک میں یا لحق نفسہ جیسے قربات میں جہاں کوئی نفع نہیں ایجاب کیوں ہونے لگا۔

فی الھندیۃ عن المحیط لو اوصی بان یباع عبدہ ولم یسم المشتری لا یجوز الا ان یقول وتصدقوا بثمنہ او یقول بیعوہ نسیئۃ ویحط الی الثلث عن المشتری[3] الخ وفیھا عن المبسوط اوصی بعبدہ ان یباع ولم یزد علی

ہندیہ میں محیط سے منقول ہے اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کا غلام بیچ دیا جائے اور خریدار کو متعین نہیں کیا تو جائز نہیں مگر یہ کہ یوں کہے کہ اسکی قیمت کو صدقہ کردو یا کہے کہ اس کو ادھار پر بیچ دو اور مشتری سے تہائی تک قیمت کم کردے الخ اور اسی میں بحوالہ مبسوط ہے کسی نے اپنے غلام کے

---

[1] فتح القدیر باب العنین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۳۵

[2] الھدایۃ کتاب الوصایا مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۶۵۰

[3] الفتاوی الھندیۃ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۹۶

ذٰلك واوصی بان یباع بقیمته فهو باطل لانه لیس فی هذه الوصیة معنی القربة لیجب تنفیذها لحق الموصی[1]

بارے میں وصیت کی کہ اُسے بیچ دیا جائے اور اس سے زائد کچھ نہ کہا یا وصیت کی کہ غلام کو اسکی قیمت کے ساتھ بیچ دیا جائے تو یہ باطل ہے اس لئے کہ اس وصیت میں قربت کا معنی موجود نہیں تاکہ موصی کے حق کے لئے اس کو نافذ کرنا واجب ہوتا۔ (ت)

بحمداللہ اس تحقیق انیق نے کوئی دقیقہ تدقیق فروگزاشت نہ کیا۔ علامہ شامی کا کلام مذکور بھی بطرف خفی اسی تقریر منیر کی طرف مشیر۔

حیث قال اللهم الا ان یفرق بان الوصیة اما صلة او قربة ولیست هذه واحدة منهما فبطلت بخلاف الوصیة لفاسق فانها صلة لها مطالب من العباد فصحت وان لم تکن قربة کالوصیة لغنی لانها مباحة ولیست قربة[2] الخ۔

جہاں شامی نے کہا اے اللہ! مگر یہ کہ یوں فرق کیا جائے کہ بیشک وصیت یا تو صلہ ہوتی ہے یا قربت حالانکہ یہ ان دونوں میں سے نہیں ہے چنانچہ باطل ہوجائے گی بخلاف اس وصیت کے جو فاسق کے لئے ہو اس لئے کہ وہ صلہ ہے اور بندوں میں سے کوئی اس کا مطالبہ کرنے والا موجود ہے چنانچہ وہ صحیح ہوگی اگرچہ وہ قربت نہیں جیسے غنی کے لئے وصیت، کیونکہ وہ مباح ہے اور قربت نہیں ہے الخ (ت)۔

www.alahazratnetwork.org

اب ما نحن فیہ کو دیکھئے تو اس میں وصایائے تملیک ہیں یا وصایائے قربت کوئی وصیت ایسی نہیں جو فی نفسہٖ ان دونوں سے خالی ہو تو وجہ مذکور سے اس کے بطلان پر استدلال باطل وعاطل ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (ایسے ہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت)

جواب سوال ہفتم: اوصیاء کا بعض وصایا بجا نہ لانا وصیت میں کیا خلل ڈال سکتا ہے تنفیذ وصیت حق موصی لہ یا صرف حق موصی ہے اور وہ ان کے گناہ سے بری۔

قال اللہ تعالٰی فمن بدله بعد ما سمعه فانما اثمه علی الذین

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تو جو وصیت کو سن سنا کر بدل دے اس کا گناہ انھیں بدلنے

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۱۳

[2] ردالمحتار " باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۴۱

یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم[1] والوں پر ہے بے شک اللہ سنتا جانتا ہے (ت)

جواب سوال ہشتم: ہاں بعد تجہیز وتکفین وادائے دیون وانفاذ وصایا جو سہام ورثہ نابالغین کو پہنچیں گے وصی بلاوجہ شرعی ان کی بیع وتبدیل اور کسی فعل مخالف حفظ کا مجاز نہیں کہ وصی محافظ ہے نہ متلف ولہذا ان کی جائداد منقولہ کو بیچ سکتا ہے کہ اس کی بیع از قبیل حفظ ہے جبکہ یتیم کا اس میں ضرر نہ ہو اور غیر منقولہ کو ہرگز نہیں بیچ سکتا مگر چند صور استثنا میں۔

فی الھندیۃ للوصی ان یبیع کل شئ الترکۃ من المتاع والعروض والعقار اذا کانت الورثۃ صغارا اما بیع ماسوی العقار فلان ماسوی العقار یحتاج الی الحفظ وعسٰی ان یکون حفظ الثمن ایسر وبیع العقار ایضا فی جواب الکتاب، قال شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ ما قال فی الکتاب قول السلف کذا فی فتاوی قاضی خان، وجواب المتاخرین انہ انما یجوز بیع عقار الصغیر اذا کان علی المیت دین لا وفاء لہ الا من ثمن العقار او یکون للصغیر حاجۃ الی ثمن العقار او یرغب المشتری فی شرائہ بضعف القیمۃ وعلیہ الفتوی کذا فی الکافی[2] اھ وفی الدر

ہندیہ میں ہے وصی کو اختیار ہے کہ وہ ترکہ کی ہر شئ کو فروخت کرے چاہے وہ اسباب وسامان کے قبیلہ سے ہو یا غیر منقول جائداد جبکہ ورثاء نابالغ ہوں۔ غیر منقولہ جائداد کے ماسوا کی بیع تو اس لئے جائز ہے کہ اس کی حفاظت کی خاطر اس کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے کہ ثمنوں کی حفاظت زیادہ آسان ہو اور کتاب کے حکم کے مطابق غیر منقول جائداد کی بیع بھی جائز ہے۔ شمس الائمہ حلوانی علیہ الرحمہ نے کہا کہ کتاب میں جو کہا ہے وہ اسلاف کا قول ہے یونہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور متاخرین نے اس کا حکم یہ بیان کیا ہے کہ نابالغ کی غیر منقول جائداد کو فروخت کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے جب میت پر اس قدر قرض ہو کہ وہ اس جائداد کی قیمت کے بغیر پورا نہیں ہوتا یا نابالغ کو اس جائداد کی قیمت کی محتاجی ہو یا خریدار اس جائداد کو دگنی قیمت پر خریدنے کی رغبت رکھتا ہے، فتوی اسی پر ہے جیسا کہ کافی میں ہے الخ، در میں ہے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۱

[2] الفتاوی الھندیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۴۴

جاز بیعه عقار صغیر من اجنبی لا من نفسه بضعف قیمته او لنفقة الصغیر اودین المیت او وصیة مرسلة لانفاذ لها الا منه او لکونه غلاته لا تزید علی مؤنته او خوف خرابه او نقصانه او کونه فی ید متغلب درر و اشباه ملخصا قلت وهذا الوالبائع وصیا لا من قبل ام او اخ فانهما لا یملکان بیع العقار مطلقا[1] الخ وفی الشامیة عن الرملی عن الخانیة فی مسئلة بیع المنقول لنسیئة ان کان یتضرر به الیتیم بان کان الاجل فاحشا لا یجوز[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

نابالغ کی غیر منقول جائداد کو اجنبی کے ہاتھ دُگنی قیمت پر بیچنا جائز ہے وصی خود نہیں خرید سکتا۔ یونہی نابالغ کے نفقہ یا میت کے قرض کی ادائیگی یا ایسی وصیتِ مطلقہ کے نفاذ کیلئے بیچنا جائز ہے جس وصیت کا نفاذ اس جائیداد کو بیچے بغیر نہیں ہوسکتا یا اس جائیداد کی پیداوار اس کے اخراجات سے زیادہ نہیں یا اس جائداد کے خراب ہونے یا ناقص ہونے یا کسی جابر کے قبضہ میں چلے جانے کا خوف ہو تو بھی بیع جائز ہے، درر و اشباہ (تلخیص) اور یہ تب ہے کہ بائع ماں کی طرف سے یا بھائی کی طرف سے وصی نہ ہو، کیونکہ یہ دونوں غیر منقول جائداد کو بیچنے کا مطلقاً اختیار نہیں رکھتے الخ

www.alahazratnetwork.org

اور شامیہ میں بحوالہ خانیہ رملی سے منقول ہے کہ منقول جائداد کی ادھار پر بیع اگر یتیم کے لئے نقصان دہ ہو بایں صورت کہ ادھار کی مدت بہت زیادہ ہو تو جائز نہیں الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

رسالہ

الشرعة البهیة فی تحدید الوصیة

۱۳ ۱۷

ختم ہوا

---

[1] الدرالمختار کتاب الوصایا باب الوصی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۷

[2] ردالمختار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۵۱